ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

اتوار ۲۵ رجب المرجب ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۶ جنوری ۲۰۲۵ء

بچوں کا اسلام

۱۱۷۱

پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

نعلوں والا گدھا

قیمت: ۴۰ روپے

aci

Blood Bgone

Blood Stain Remover

خون کے دھبے مٹانے کا واحد اسٹین ریموور

LADIES WEAR | CLOTHING | BEDSHEETS | CARPETS / SOFA

Imtiaz پر دستیاب ہے

القرآن

خدا کی رحمت کے امیدوار

جولوگ ایمان لائے اور خدا کے لیے وطن چھوڑ گئے اور کفار سے جنگ کرتے رہے، وہی خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں اور خدا بخشنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

(سورۂ بقرہ: آیت ۲۱۸)

الحدیث

امید اور خوف

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے جس پر حالت نزع طاری تھی، آپ نے اس سے پوچھا کیا امید رکھتے ہو؟ اس نے کہا اے اللہ کے رسول! خدا کی قسم، میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے گناہ معاف کردے گا اور مجھے جنت میں داخل کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جس قلب میں امید اور خوف دونوں جمع ہوں وہ ضرور نجات پائے گا۔“ (ترمذی)

دستک
کچھ توجہ طلب باتیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہاں بھئی بتایئے پچھلے ہفتے کس کس کے دل پر ہماری دستک ہوئی؟

جنھیں پچھلی دستک یاد ہے بس وہی یہ دستک پڑھیں، اور جو نہیں پڑھ سکے وہ براہِ کرم پچھلا شمارہ یعنی شمارہ ۱۱۷۰ کی دستک جلدی سے پڑھ آئیں، پھر یہ پڑھیں، شکریہ!

تو ہم بات کر رہے تھے تحریر ارسال کرنے کے آداب پر کچھ ضروری باتیں، سو آج تفصیل نمبر وار پیش خدمت ہے:

(۱) تھوڑا لکھیں مگر ہمیشہ صاف لکھیں۔ اگر آپ کی لکھائی بابت آپ کے اہل خانہ کی دوٹوک رائے یہ ہے کہ وہ صاف اور اچھی نہیں تو براہ کرم خوش فہمی کا نہ پالیں۔ خود ہی سوچیے ناں کہ جب اماں ابا ہی کو جو آپ کو سب سے زیادہ چاہتے ہیں اور جن کی گود میں کھیل کر آپ قلم پکڑنے کے قابل ہوئے ہیں، آپ کا لکھا ہوا پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے تو مدیر یا کمپوزر بھلا کیسے آپ کے نقش کردہ ’بیل بوٹوں‘ میں سے بامعنی الفاظ برآمد کرسکتا ہے؟ سو اپنے اہل خانہ کی رائے کو اہمیت دیجیے اور الفاظ کا فالودہ بنانے کی بجائے کم از کم اپنے تحریر کردہ الفاظ میں مناسب فاصلہ تو دیجیے نیز ایک سطر چھوڑ کر بھی لکھیے۔

(۲) کئی تحریریں (تبصرہ، کہانی، اقتباس) لکھنی ہوں تو سب الگ الگ کاغذ پر لکھیے اور ہر بار ہر تحریر کی ابتدا میں عنوان کے ساتھ ہی اپنا نام پتا ضرور لکھیے۔

(۳) جب آپ تحریریں مکمل کرلیں تو ایک سے زیادہ صفحات ہونے کی صورت میں ہر صفحے پر ترتیب سے ’۱، ۲، ۳‘ گنتی ضرور ڈالیں۔

(۴) ہر تحریر کے صفحات کو یکجا کرکے ایک بار (جی ہاں! صرف ایک بار) اسٹپل کریں۔ ایک بار کرنا جتنا ضروری ہے، ایک سے زائد پنیں اتنی ہی غیر ضروری اور بے چارے مدیر کے لیے تکلیف دہ ہیں!

(۵) اب جب آپ کی تحریریں تیار ہوگئی ہیں تو ہر تحریر کی نقول موبائل پر موجود ایپ ’کیم اسکینر‘ سے محفوظ کرلیجیے تاکہ مسودہ گم ہونے یا ناقابل اشاعت ہونے کی صورت میں آپ کے پاس آپ کی پیاری تحریر موجود رہے۔

(۶) اب مسودات کو دستیاب لفافے کی چوڑائی کے حساب سے دو یا زیادہ سے زیادہ تین بار تہہ کیجیے اور لفافے میں ڈال دیجیے۔ براہِ کرم ان تحریروں کو تین سے زائد بار تہہ کرنے اور ننھے ننھے تعویز اور ’بوٹیاں‘ بنانے سے گریز کیجیے۔

(۷) اپنی تحریروں کو لفافے کے پنجرے میں قید کرنے کا مرحلہ آن پہنچا ہے، سو اب لفافے کا حجم دیکھیے کہ کتنا ہے اور اس بے چارے کی برداشت کتنی ہے؟ جتنی ہو اتنی ہی تحریریں اس کے پیٹ کے سپرد کیجیے، ورنہ زبردستی کرنے کے نتائج بڑے سنگین نکلتے ہیں، ایسے حلق تک بھرے ہوئے بے چارے لفافوں کا پیٹ عموماً راستے ہی میں پھٹ جایا کرتا ہے۔

اچھا تو جناب! بندہ ناچیز کی ہدایات کے مطابق آپ نے تحریریں لکھ لیں اور اب آپ کی خوبصورت تحریریں بڑے سجل سبھاؤ سے لفافہ اوڑھ کر مدیر کی میز تک کا طویل سفر کرنے کے لیے بالکل تیار ہیں۔

لیکن ٹھہریے، ایک آخری بات تو رہ گئی۔ اور وہ ہے لفافے کا منہ بند کرنا۔

ہاں بھئی لفافے کا منہ کھلا رہ گیا تو آپ کی تحریریں کہیں راہ ہی میں مٹرگشت کرنے نہ نکل کھڑی ہوں تب آپ اور ہم انھیں بھلا کہاں ڈھونڈیں گے، سو اب لفافے کا منہ بند کیجیے، مگر یاد رہے اتنے ہی سلیقے سے۔ جی ہاں! کسی کا منہ بند کرنا ہو تو چاہے حقیقی طور پر ہو یا محاورۃً اس کے لیے بھی ایک سلیقہ لازم ہے۔ محاورے والے ”منہ بند کرنے“ کی بات تو پھر کبھی سہی، ابھی تو آپ لفافے کا منہ بند کیجیے۔

(۸) اور اس کا سب سے آسان طریقہ وہ گوند ہے جو محکمہ ڈاک والے اور کوریئر والے اپنے ہر لفافے پر پیشگی لگا کر رکھتے ہیں۔ اسے ہلکا سا تر کیجیے اور لیجیے لفافہ ہوگیا بند!

اگر وہ مخصوص لفافہ نہیں ہے، سادہ لفافہ ہے جس پر آپ ڈاک ٹکٹ لگا کر سپردِ ڈاک کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ تحریروں کا بدن بچاتے ہوئے صرف لفافے کے دونوں لبوں کو باہم ملا کر اسٹیپلر سے ایک ایک پن لگا دیں اور بس! دوبارہ عرض ہے کہ بس ایک یا دو پن اور وہ بھی اس احتیاط سے کہ آپ کی پیاری نازک سی تحریریں مجروح نہ ہونے پائیں۔

یہ آداب ہر تحریر کے لیے ضروری ہیں چاہے وہ تبصرہ ہو، کہانی، مضمون ہو یا نظم۔ اس سلسلے میں اہم باتیں تو اور بھی ہیں مگر ہمیں ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں زیادہ ہدایات پڑھ کر کسی کو طبیعت پر بوجھ محسوس نہ ہونے لگے، اس لیے باقی باتیں پھر کبھی ان شاء اللہ تعالیٰ!

خوش رہیے سدا اپنے پیاروں کے ساتھ۔

والسلام

محمد فیصل شہزاد

حافظ عبدالرزاق خان

انوکھی ترکیب

محمد خان میاں خیل صاحب ہر سال فروری کے مہینے میں چند کلو ''بیر'' اسکول لے کر آتے۔ جن میں سے ایک آدھ پاؤ میٹھے بیر ہمارے پلے بھی آجاتے۔ اُن کا سواد ہی کچھ اور ہوتا۔ کئی برس ان کا یہی معمول رہا۔

ایک مرتبہ فروری آیا اور یونہی خالی گزر گیا۔ ہم نے پرنسپل صاحب سے گلہ کیا اور ساتھ ہی ناراض ہونے کی اداکاری بھی کہ اِس بار آپ نے ہمیں بیر نہیں کھلائے۔ آخر ہم سے ایسی کون سی غلطی صادر ہوگئی۔

کہنے لگے ارے نہیں! اصل میں ہر سال فروری آتے ہی راہ چلتے بچوں کے ہاتھوں میں کھجلی ہونے لگتی ہے۔ آؤ دیکھتے ہیں نہ تاؤ، بیری کی اَور پتھر اچھال دیتے ہیں، یوں اس درخت پر سنگ باری سے کچے پکے تمام بیر گر جاتے ہیں۔ ہاتھ اُن کے کچھ آتا نہیں مگر بچے جو ٹھہرے۔

اب کی بار مجھے ایک ترکیب سوجھی۔ بیری نے ابھی پھل اٹھایا ہی تھا کہ میں نے محلے کے تمام بچوں کی ٹی پارٹی کردی۔

وہ حیران بھی بہت ہوئے اور شرمائے اس سے بھی زیادہ، پھر میں نے ان سے وعدہ لیا کہ بے چاری بیری پر سنگ باری تم نہ کرنا اور چوری چھپے پھل ہم نہ توڑیں گے۔ جب بیر پک جائیں گے تو ایک بار پھر آپ کی ٹی پارٹی ہوگی اور مل کر بیر اتاریں گے اور آپس میں بانٹ لیں گے۔

بچے ایسی باتوں پر یقین تو نہیں کرتے مگر وہ صبر کے گھونٹ پینے کے لیے تیار ہو ہی گئے۔

چنانچہ فروری کے آخر میں ہم نے مل کر بیر توڑے اور آپس میں بانٹ لیے۔ یہی وجہ ہے کہ اس بار آپ کو بیر نہ دے سکا۔

یہ سن کر جہاں مجھے بے حد حیرت ہوئی وہیں پر ایک عجیب سی خوشی بھی محسوس ہوئی۔

☆☆

گزشتہ برس ملک بھر میں عام انتخابات تھے جن سے اللہ اللہ کر کے جان چھوٹی۔ ہر سیاسی لیڈر اور جماعت نے اپنے اپنے نعرے اور ترانے گھڑے ہوئے تھے۔ سرِ شام ہی نجانے کہاں سے گلی کوچوں میں بچے امڈ آتے اور ایسی نعرہ بازی کرتے کہ الامان والحفیظ۔ ان نعروں میں اپنے منشور کی بات کم جبکہ ایک دوسرے کو مردہ باد کہنے کی بازگشت زیادہ تھی۔

اس طوفانِ بدتمیزی سے صرف اسی صورت میں جان بخشی ممکن تھی کہ جلدی سے انتخابات گزر جائیں اور بس تاکہ ہر کوئی ٹھنڈا ہو کر بیٹھ جائے، لیکن یہ کیا جیتنے والے جیت گئے اور ہارنے والے ہار گئے مگر بچوں کی زبانیں پھر بھی انگارے اُگل رہی تھیں۔

مجھے بھی ایک ترکیب سوجھی۔ ایک شام بچوں کے نام کرنے کی۔ پھر کیا تھا، وہ بچے تو آئے ہی جنھیں مدعو کیا گیا تھا، ساتھ میں وہ بھی آگئے جو بِن بلائے تھے۔ یہ شام صرف بچوں کے نام تھی۔ بچوں کو بدنظمی پیدا کرنے سے روکنے کے لیے عبد گروپ کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ سب سے پہلے نعرۂ تکبیر لگوا کر دیگر نعرے رٹوانے کی کوشش کی گئی۔ اُن سے لجاجت سے عرض کیا کہ آئندہ جب بھی نعرہ بازی کے لیے آپ کا دل مچلنے لگے، شور مچانے کو جی اکسائے تو یہ والے نعرے لگائیں اور لگوائیں۔ اُن سے کسی کی دل آزاری نہیں ہوگی۔''

بچوں نے ہامی بھرلی۔

اب کبھی آپ کا ہماری طرف کو گزر ہو تو چلتے چلتے آپ کے کانوں میں یہ نعرے گونجنے لگیں گے:

فرماگئے یہ ہادی، لانبی بعدی
تاج دار ختمِ نبوت زندہ باد
آقا تیرے چاہنے والے
ڈیرہ والے بھکر والے
کوئی نہیں کوئی نہیں کوئی نہیں ہے
مصطفی کے بعد نبی کوئی نہیں ہے
غلامئ رسول میں موت بھی قبول ہے
جو ہو نہ عشقِ مصطفی تو زندگی فضول ہے

آپ یہ نہ سمجھنا کہ کوئی جلسہ شروع ہے بلکہ کھیلتے کھیلتے بچوں کو جوش آگیا ہے۔ اللہ کرے یہ نعرے زبان سے دل تک کا فاصلہ بھی طے کر جائیں۔

☆☆☆

آپ کا ذکر ہے

سرتاپا دلکشی آپ کا ذکر ہے
منبعِ روشنی آپ کا ذکر ہے
میری تسکینِ جاں آپ کا تذکرہ
میری آسودگی آپ کا ذکر ہے
کیا کہوں لذتِ وردِ صل علی
قلب کی چاشنی آپ کا ذکر ہے
اسمِ احمد ہے سارے دکھوں کی دوا
راحتِ دائمی آپ کا ذکر ہے
آپ ہیں نورِ تاباں جہاں کے لیے
دافعِ تیرگی آپ کا ذکر ہے
میرا سرمایہ کل آپ کی ذات ہے
حاصلِ زندگی آپ کا ذکر ہے
آپ ہی نے سخن ور بنایا مجھے
میری کل شاعری آپ کا ذکر ہے

☆☆☆

خرم فاروق ضیا۔ ملتان

خط کتابت کا پتا: دفتر روزنامہ اسلام، ناظم آباد، کراچی
bkislam4u@gmail.com, 021 366 099 83

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر بچوں کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

سالانہ زرتعاون: اندرون ملک 2000 روپے بیرون ملک ایک میگزین 25000 روپے دو میگزین 28000 روپے انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk

نعلوں والا گدھا

ڈاکٹر امین علی صوابی

جنگل کی ایک صبح بھیڑیا دیر سے نیند سے جاگا۔ وہ کافی دیر تک لیٹا لیٹا جمائیاں لیتا رہا۔ کبھی وہ اپنے پاؤں پھیلاتا تو کبھی سکیڑتا لیکن کاہلی سے بستر نہ چھوڑتا تھا۔ اس نے لیٹے لیٹے ہی اپنے گھر پر نظر دوڑائی۔ اس کا گھر گندگی اور کچرے سے بھرا ہوا تھا۔ کہیں جانوروں کی کھالیں تو کہیں ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔ کہیں باسی گوشت پڑا گل سڑ رہا تھا۔ اس نے کافی عرصے سے گھر کی صفائی نہیں کی تھی۔ اب اس کے گھر سے بدبو کے بھبکے اٹھ رہے تھے۔ سڑے ہوئے گوشت میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ جنھیں کھانے کے لیے مختلف قسم کے حشرات رینگ رہے تھے۔

بھیڑیے نے خود سے کہا: ''اس گھر کو صاف کرنا تو ضروری ہے لیکن کیا کروں؟ مجھے تو یہ صفائی وغیرہ کرنا بالکل پسند نہیں۔ اب میں کیا کروں؟

بہرحال وہ کاہلی سے اٹھا اور اپنی کھوہ سے باہر نکلا۔ باہر آتے ہی اس نے ایک گدھے کو دیکھا جو سر جھکائے کہیں جا رہا تھا۔ بھیڑیے نے لپک کر اس کا راستہ روکا اور تحکمانہ انداز میں کہا: ''تم اس وقت کہاں جا رہے ہو؟''

گدھے نے کہا: ''میں اپنے لیے چارہ لینے جا رہا ہوں۔''

بھیڑیے نے غراتے ہوئے کہا:

''فوراً میرے گھر میں جا کر اسے اچھی طرح سے صاف کر دو، ورنہ تمھاری خیر نہیں۔''

گدھے نے لجلجاتی ہوئی آواز میں کہا:

''میں بہت بھوکا ہوں، اپنا کھانا تلاش کرنے جا رہا ہوں۔''

بھیڑیے نے غصے سے کہا: میں نے جو کہا کرو ورنہ تمھیں دانہ پانی کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔ بلکہ تمھیں اپنا ناشتہ بنا لوں گا۔''

گدھا بے چارا بھیڑیے کی دھمکی سے ڈر گیا۔ وہ بھیڑیے کے گھر چلا تو گیا لیکن گھر کی بدبو کی وجہ سے گدھے کے دماغ کی نسیں پھٹنے لگیں۔ بھوک کی شدت کے ساتھ ساتھ اسے غصہ بھی خوب آ رہا تھا لیکن وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ وہ گدھا تھا شیر نہیں جو بھیڑیے سے ٹکر لیتا۔

اُدھر دروازے سے باہر کھڑا بھیڑیا گدھے کو صفائی کرتے دیکھ کر ہنس رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ مجھے تو اپنے گھر کی صفائی ستھرائی کے لیے مفت میں ایک نوکر مل گیا ہے۔ اب تو میں اس سے ہر روز کام کروایا کروں گا۔''

اسی وقت جب بھیڑیا گدھے کو اپنا مستقل غلام بنانے کے بارے میں سوچ رہا تھا، گدھا بھی اپنے آپ کو بھیڑیے کے اس ظلم سے بچانے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

اس نے خود سے کہا: ''کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ظالم مجھ سے روزانہ کام کروانے لگے، یہ کام ختم کرنے کے بعد میں ضرور ہاتھی کے گھر جاؤں گا تاکہ وہ مجھے بھیڑیے کے اس ظلم سے نجات دلا سکے۔

پھر اس نے ایسا ہی کیا۔ صفائی کر کے گدھا سیدھا ہاتھی کے گھر گیا اور اس کا دروازہ کھٹکھٹا کر سلام کیا۔

ہاتھی نے اسے سلام کا جواب دے کر آنے کی وجہ پوچھی۔

گدھے نے کہا: ''میں ایک مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ آپ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوا ہوں کہ آپ ہی مجھے اس مصیبت سے بچا سکتے ہیں۔''

ہاتھی نے پوچھا: ''کون سی مصیبت میں؟ ذرا کھل کر بتاؤ۔''

گدھے نے ہاتھی کو ساری کہانی سنا دی کہ کس طرح وہ صبح صبح بھوکا پیاسا بھیڑیے کے ظلم کا شکار بنا ہے، بھیڑیے نے ڈرا دھمکا کر نہ صرف اپنا گندگی بھرا گھر کروایا ہے بلکہ روزانہ کے لیے حکم جاری کر دیا ہے۔

ہاتھی نے پوچھا: ''تو اس مسئلے میں تم میرے پاس کیوں آئے ہو؟''

گدھے نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ آپ اسے اپنی مضبوط سونڈ سے اٹھا اٹھا کر زمین پر پٹخیں تاکہ وہ دوبارہ مجھ جیسے مظلوم پر ظلم نہ کرے۔''

ہاتھی نے گدھے سے پوچھا: ''اور تم خود کیا کرو گے؟''

گدھے نے جواب دیا: ''میں کیا کر سکتا ہوں؟ میں تو کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں۔''

گدھے کی بات پر ہاتھی کو غصہ آ گیا: ''اچھا تو تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمھاری مصیبت کو اپنے گلے لگا لوں۔ اور تم مزے سے تفریح کرتے پھرو۔''

گدھے نے ہاتھی سے پوچھا: ''پھر مجھے بتائیے کہ میں کیا کر سکتا ہوں؟''

ہاتھی نے جواب دیا: ''بندر کے پاس جاؤ وہ تمھیں ضرور کوئی طریقہ سمجھا دے گا کہ تم نے اس ظلم سے بچنے کے لیے کیا تدبیر کرنا ہے۔''

گدھا ہاتھی کے گھر سے سیدھا بندر کے گھر گیا۔ اس نے بندر کو سلام کیا اور پھر اسے بھی اپنی کہانی تفصیل سے سنا دی اور ہاتھی کا مشورہ بھی بتا دیا۔

بندر نے کہا: ''اچھا اچھا! ٹھیک ہے۔ میں مسئلہ سمجھ گیا ہوں۔''

گدھے نے پوچھا: ''تو اے عقلمند بندر! تم میری اس مشکل کو کیسے حل کرو گے؟ کیا تم اسے پیٹو گے یا اسے قتل کر ڈالو گے؟ تم تو میری طرح بھیڑیے کے مقابلے میں بہت کمزور ہو بلکہ تم تو مجھ سے بھی گئے گزرے ہو۔''

بندر نے کہا: ''خالق نے ہر مخلوق میں کوئی نہ کوئی ہنر اور خاصیت ضرور رکھی ہوئی ہے۔ اگر وہ اسے اچھے طریقے سے کام میں لائے تو اس سے بہت زیادہ فائدہ

بچوں کو صحت مند غذا استعمال کرنے کا عادی بنانے کے لیے تصویری کہانی

- چھوٹی عمر کے بچوں میں صحت مند غذاؤں کے استعمال کا شوق پیدا کرنے کے لیے
- دودھ پینے کے فائدے، بچوں کی صحت سے متعلق عملی مشق اور دل چسپ سوالات
- ایک ایسی کتاب جس کو والدین اور اساتذہ کرام بچوں کو پڑھ کر سنانے کے ساتھ، ان میں صحت مندانہ طرزِ عمل پیدا کر سکتے ہیں
- دیدہ زیب ٹائٹل اور خوب صورت تصاویر پر مبنی ایک بہترین کتاب

بچوں کو کام یابی حاصل کرنے میں معاون عادات پر مشتمل تربیتی کہانیاں

- بچوں کی اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیمی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے
- بچپن سے بچوں میں اچھی خوبیاں اور عادات پیدا کرنے کے لیے
- سبق آموز کہانیوں کے ساتھ ساتھ اہم نصیحتیں اور دعائیں
- بچوں میں محنت لگن، نظم وضبط اور احساسِ ذمہ داری جیسی صفات پیدا کرنے والی دل چسپ کہانیاں

بیت العلم (الوقف)
خود بھی مطالعہ کیجیے اور متعلقین کو تحفے میں دے کر کتاب دوست بنائیے۔

کراچی، سندھ +92-309-2228082/89/94 | لاہور، پنجاب +92-306-0142297 | خیبر پختون خوا +92-309-2228078 | بلوچستان +92-309-2228084

برائے تجاویز +92-322-2583196 | گھر پر منگوانے کے لیے | maktababaitulilm | www.mbi.com.pk

حاصل کر سکتا ہے۔"

گدھے نے کہا: "اچھا تو تمھارے خیال میں میرے اندر کیا خاصیت ہے؟"

بندر نے کہا: "تھوڑا صبر سے کام لو اور مجھے سوچنے دو۔"

بندر نے ایک کیلا اٹھایا اور آرام سے اس کا چھلکا اتار کر اسے منہ میں ڈال کر منہ چلاتے ہوئے گدھے کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔ کھاتے کھاتے وہ کچھ سوچ بھی رہا تھا۔

گدھے نے بندر سے کہا: "تم میری طرف ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟"

بندر نے اس کے سوال کو سنی اَن سنی کرتے ہوئے اپنے دیکھنے اور سوچنے کے عمل کو جاری رکھا، پھر وہ ایک دم سے اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ اور گدھے کے سر پر آہستہ سے چپت لگا کر بولا: تمہارے پاس تو بے حد مضبوط ٹانگیں ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہے؟"

گدھے نے خوش ہو کر کہا: "ہاں ایسا ہی ہے۔ ٹانگیں تو میری کافی مضبوط ہیں۔"

بندر نے کہا: "تو تم اپنے دفاع میں اپنی ٹانگوں کو کیوں کام میں نہیں لاتے؟"

گدھے نے کہا: "خیال تو اچھا ہے، لیکن میں ان کو کام میں کیسے لاؤں گا؟"

بندر نے کہا: "دولتی مار کر اور کیسے؟ البتہ پہلے تم گھوڑے کی طرح اپنے پیروں میں نعل لگوا لو تو اس طرح تمھاری دولتیوں کی طاقت میں بہت زیادہ اضافہ ہو جائے گا۔"

وہیں سے گدھا سیدھا گھوڑوں کو نعل لگانے والے لوہار کے پاس گیا، اور اس نے اپنے لیے نعل بنانے کی درخواست کی۔

لوہار نے اس شرط پر درخواست مان لی کہ بدلے میں گدھا اس کے ہاں چند دن کام کرے گا، اور جنگل سے آگ کے لیے لکڑیاں لانے میں اس کی مدد کرے گا۔

گدھا روز لوہار کے ساتھ جا کر لکڑیاں لاتا رہا، اور روز ہی لوہار اس کے ایک ایک پاؤں کے لیے نعل بناتا رہا۔ اس طرح چار دن کام کرنے کے بعد اس کے چاروں نعل تیار ہو گئے۔ لوہار نے نہایت مہارت سے اس کے کھروں میں نعل لگا دیے تھے۔ گدھے نے لوہار کا شکریہ ادا کیا اور اس کے گھر سے روانہ ہو گیا۔

دوسری طرف بھیڑیا پچھلے چار دنوں سے گدھے کو تلاش کرتے کرتے تھک گیا تھا۔ وہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا تھا، کیونکہ ایک تو اس کے گھر میں دوبارہ سے کافی گندگی جمع ہو گئی تھی۔ جس کی وجہ سے گھر میں بدبو پھیل گئی تھی۔ اور اس کا غلام گدھا بھی بغیر بتائے غائب تھا جو اسے مشتعل کر رہا تھا۔

اس دن بھیڑیے کو گدھا آتے ہوئے دکھائی دیا۔ جیسے ہی وہ تھوڑا قریب آیا۔ تو بھیڑیے نے اپنے نوکیلے دانت نکالتے ہوئے غرا کر اسے حکم دیا:

"غلام گدھے! میرے گھر کی صفائی کے لیے اتنے دن کیوں نہیں آئے؟ آئندہ ایسی غلطی نہ کرنا۔ چلو فوراً اپنے کام میں لگ جاؤ، جلدی کرو۔"

گدھے نے غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بچی کچی عزتِ نفس کے سہارے اپنی طاقت اور بہادری کو یکجا کر کے کہا: "کبھی نہیں، میں تمھارے گندے گھر کو کبھی صاف نہیں کروں گا۔ میں تمھارا نہ زر خرید غلام ہوں اور نہ نوکر۔

کچھ دیر کے لیے تو بھیڑیا گدھے کی اس جسارت پر دنگ رہ گیا، پھر طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا: "پھر تو تم میرا کھانا بنو گے۔"

گدھے نے جوش سے کہا:

"کیا یہ کوئی مذاق ہے؟ تم میرے قریب آنے کی غلطی مت کرنا۔"

بھیڑیے نے غصے سے کف اڑاتے ہوئے کہا: "ہونہہ یہ منہ اور مسور کی دال، کیا گدھا بھی اب خود کو شیر سمجھنے لگ گیا ہے؟"

گدھے نے کہا: "نہیں، میں خود کو شیر نہیں سمجھ رہا لیکن میں تمہارے ساتھ لڑنے کے لیے مکمل طور پر تیار ہوں۔ میں نے اپنے پاؤں میں مضبوط نعل لگوا لیے ہیں۔ اگر تم نے آگے بڑھنے کی غلطی کی تو تمھیں سر پر لوہے کے نعل سے مار مار کر وہ مزا چکھاؤں گا کہ تم تو گنجے ہو ہی جاؤ گے تمھاری آئندہ نسلیں تک گنجی پیدا ہوں گی۔"

اس کے ساتھ ہی گدھے نے ہوا میں اپنی دولتیاں لہرائیں۔

گدھے کا یہ چیلنج دیکھ کر اور اس کے نئے چمکتے نعل دیکھ کر بھیڑیے کو احساس ہو گیا کہ اب حالات اس کے لیے ساز گار نہیں رہے سو وہ فوراً الٹے پاؤں گھر میں گھس گیا، اور غصے سے گدھے کو کہا: ''گستاخ! دفع ہو جاؤ، آئندہ دکھائی مت دینا۔''

گدھے نے بھیڑیے کو کہا: ''تم بھی آئندہ کبھی میرا راستہ روکنے کی کوشش نہ کرنا۔''

گدھے کے چلے جانے کے بعد بھیڑیے نے کہا:

''اب مجھے گھر کی صفائی کے لیے کوئی اور بے وقوف گدھا ڈھونڈنا پڑے گا۔''

چند دن بعد گدھے کا گزر بھیڑیے کے گھر کے سامنے سے ہوا۔ اس نے وہاں ایک نئے گدھے کو بھیڑیے کے گھر کی صفائی کرتے ہوئے اور پاس کھڑے بھیڑیے کو تمسخرانہ انداز سے ہنستے ہوئے دیکھا۔

گدھے نے یہ منظر دیکھ کر کہا: ''ظالم بھیڑیے نے میری جگہ دوسرے گدھے کو ڈھونڈھ نکالا ہے۔ اس پر بھی ویسے ہی ظلم کر رہا ہے جیسے وہ مجھ پر کرتا تھا لیکن میں اس بے چارے گدھے کو بھی بھیڑیے کے ظلم کا نشانہ بننے نہیں دوں گا۔''

یہ سوچ کر نعلوں والا وہ گدھا تھوڑا فاصلے پر نئے گدھے کے انتظار میں بیٹھ گیا۔

جب وہ بے چارا بھیڑیے کے گھر سے صفائی کر کے واپس لوٹ رہا تھا، تو اس نے اسے محبت اور اخلاص سے سلام کیا اور بولا: ''بھائی! مجھے آپ بہت تھکے تھکے سے خفا نظر آ رہے ہیں، آخر وجہ کیا ہے؟''

نئے گدھے نے کہا: ۔چھوڑو یار!۔ تمہیں بتانے کا کیا فائدہ؟ بھلا تم میری کیا مدد کر سکتے ہو؟ تم بھی تو میری طرح ایک گدھے ہی ہو۔ میں کافی دنوں سے اس بھیڑیے کے ظلم کا شکار ہوں۔ وہ آئے دن مجھ سے اپنے گھر کی گندگی صاف کرواتا ہے۔''

پہلے گدھے نے کہا: ''آخر تم اس کا حکم مان کر روز روز اسکے گھر کی گندگی کیوں صاف کرتے ہو۔ وجہ کیا ہے؟''

دوسرے گدھے نے کہا: ''اس نے مجھے کھا جانے کی دھمکی دی ہے، پھر نئے گدھے نے تمسخرانہ انداز سے کہا: ''اگر تم میری جگہ ہوتے تو تم کیا کرتے؟''

پہلے گدھے نے کہا: ''ہوتا نہیں میں پہلے تمھاری جگہ پر ہی تھا یا یوں کہو کہ تم میری جگہ پر آئے ہو۔ مجھے بھی بھیڑیے نے اپنے گھر کی صفائی پر ویسے ہی مجبور کیا تھا جیسے تمھیں اب کر رکھا ہے۔

نیا گدھا ایک جھٹکے سے سیدھے کھڑا ہو گیا، حیرت سے اس کا منہ کھل گیا تھا، وہ چلا کر بولا: ''پھر تم نے کیا کیا؟''

پہلے گدھے نے اپنی ٹانگ اٹھا کر اپنے کُھر کے نیچے لگے ہوئے نعل دکھا کر کہا:

''میں نے اپنے دفاع کے لیے اپنے پاؤں میں یہ نعل لگوا لیے ہیں۔''

نئے گدھے نے پوچھا: ''اور کیا بھیڑیے نے آسانی سے تمہیں چھوڑ دیا؟''

پہلے گدھے نے کہا: ''نہیں اس نے مجھے ڈرایا مگر میں اس کے دباؤ میں نہیں آیا، بلکہ میں نے اسے ایسا دھمکایا کہ وہ بھاگ گیا، پھر اس نے مجھے چھوڑ کر میری جگہ کسی دوسرے بے وقوف گدھے کی تلاش شروع کر دی، اور یوں اسے تم مل گئے۔

نئے گدھے نے کہا: ''کیا کہا تم نے؟ تم مجھے بے وقوف کہہ رہے ہو؟''

پہلے گدھے نے کہا: بھائی! ناراض مت ہو، میں بھی تو پہلے بے وقوف ہی تھا جو بغیر کسی اجرت کے اس کے گھر کی صفائی کر رہا تھا۔

نئے گدھے نے کہا: اس کا مطلب ہے کہ اِس ظلم سے نجات کا واحد راستہ وہ لوہار ہے؟''

پہلے گدھے نے کہا: ''جی ہاں درست سمجھے۔ اس مشکل کا حل اِس لوہے میں رکھا ہے۔''

اگلے ہی دن نیا گدھا بھی لوہار کے پاس گیا، اس سے معاملہ طے کیا، اور چند دن وہاں اجرت پر کام کر کے نعل لگوا کر واپس آیا، اور پھر اس نے بھی بھیڑیے کے ظلم کے خلاف بغاوت کر دی۔ بھیڑیے نے اسے تو کچھ نہ کہا لیکن اپنے لیے ایک اور بے وقوف گدھا پکڑ لایا۔ اب تو یہ سلسلہ شروع ہو گیا، بھیڑیا ڈرا دھمکا کر اپنے کام کے لیے نیا گدھا پکڑ لاتا، ادھر موقع ملتے ہی پہلا گدھا اسے بھی سمجھا بجھا کر نعل لگوا دیتا۔ یہ سلسلہ کافی طول پکڑ گیا۔ یہاں تک کہ اب پہلے گدھے نے ایک اہم فیصلہ کیا۔ اس نے سب نعل لگے گدھوں کو ایک جگہ جمع ہونے کو کہا اور پھر سب کے سامنے تجویز رکھی کہ اس بھیڑیے کا ظلم حد سے بڑھ گیا ہے۔ کیا ہم سب باری باری اس کے ظلم کا شکار بنتے رہیں گے؟ ہمیں کوئی اجتماعی قدم اٹھانا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہمیں تجاویز دینا چاہییں۔''

ایک گدھے نے کہا: ''ہمیں مل کر اسے قتل کر ڈالنا چاہیے۔''

دوسرے ایک نے کہا: ''میرا خیال ہے کہ اسے اس جنگل سے نکال دینا چاہیے، اور اس کے گھر کو توڑ ڈالنا چاہیے۔''

تیسرے گدھے نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ پہلے اس سے سب کے گھر صاف کروانے چاہیے۔

لیڈر گدھے نے کہا: میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اس سے باری باری اپنے گھر صاف کروا کر اسے جنگل سے نکال دینا چاہیے، اور اگر اس نے مزاحمت کی تو سب مل کر اسے نعلوں سے مار مار کر ہلاک کر ڈالیں گے۔

سب گدھے اس رائے پر متفق ہو گئے۔

وہ سب لیڈر کے حق میں اور بھیڑیے کے خلاف نعرے لگاتے ہوئے بھیڑیے کے دروازے پر پہنچ گئے۔

لیڈر گدھے نے آگے بڑھ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ جونہی بھیڑیے نے دروازہ کھولا۔ اس نے دروازے کے سامنے گدھوں کا ایک جھنڈ دیکھا۔ وہ سب اپنی نعلوں کو زمین پر پٹخ رہے تھے، اور ان کی آنکھوں سے غصے کے مارے شرارے پھوٹ رہے تھے۔ اب تو بھیڑیا سمجھ گیا کہ آج اس کی خیر نہیں۔ اس نے لرزتی ہوئی آواز سے کہا:

درخت لگانا!

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(مفہوم) جو مسلمان کوئی پودا لگاتا ہے یا کھیتی بوتا ہے اور اس سے کوئی پرندہ یا انسان کھاتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ جاریہ بن جاتا ہے۔''

یعنی جو کوئی انسان یا حیوان اس درخت یا کھیتی سے فائدہ اٹھائے گا اس کا ثواب لگانے والے کو مسلسل ملتا رہے گا اور یہ اس کے لیے صدقہ جاریہ بن جائے گا۔

(مرسلہ: عبدالمتین، لیاری)

’’تت تم سب یہاں کیسے؟‘‘

لیڈر گدھے نے آگے بڑھ کر کہا:

’’تاکہ تمہارے ذمے جو ہمارا قرض ہے وہ تم سے وصول کر سکیں۔‘‘

بھیڑیے نے حواس باختہ ہوتے ہوئے کہا:

’’میں نے تو تم میں سے کسی سے کوئی قرض نہیں لے رکھا۔‘‘

لیڈر نے کہا: ’’تم نے ہم پر ظلم ڈھایا، ہم سے ہماری مرضی کے خلاف کام لیا، اور ہمیں اپنے لیے رزق کی تلاش تک سے محروم رکھا۔‘‘

بھیڑیے نے ڈرتے ہوئے کہا: ’’تو اب تم لوگ کیا چاہتے ہو؟‘‘

لیڈر گدھے نے جواب دیا: ’’سب سے پہلے تو تمھیں باری باری ہم سب کے گھر صاف کرنے پڑیں گے جیسے کہ تم نے ہم سے اپنا گھر صاف کروایا تھا۔ پھر تمھیں یہ جنگل ہمیشہ کے لیے چھوڑنا ہوگا تاکہ آئندہ اس جنگل میں ظلم کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔‘‘

بھیڑیے نے کچھ سوچتے ہوئے کہا: ’’ٹھیک ہے مجھے منظور ہے لیکن آج میری طبیعت ناساز ہے، مہربانی کر کے مجھے کل تک کے لیے مہلت دی جائے۔‘‘

سب گدھوں نے فتح کی خوشی میں کہا:

’’ٹھیک ہے، کل کر لینا، ہمیں کون سی جلدی ہے۔‘‘

رات کو جب سارا جنگل نیند کے آغوش میں چلا گیا تو بھیڑیا جاگ رہا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ سب جانوروں کے سو جانے کے بعد چپکے سے اس جنگل سے بھاگ جائے گا، تاکہ اسے گدھوں کے گھروں کی صفائی کی ذلت برداشت نہ کرنی پڑے۔

رات گہری ہوئی تو وہ دبے پاؤں اپنے گھر سے نکلا، لیکن گدھے اتنے بھی گدھے نہیں تھے، وہ پوری طرح چوکنے تھے۔ انھیں بھیڑیے کے فرار کا اندازہ تھا، اسی لیے بھیڑیے کے گھر کے باہر کچھ پہریدار گدھے متعین تھے۔

پہریداروں نے رینک رینک کر پورا جنگل سر پر اٹھا لیا۔ جلد ہی سارے گدھے جمع ہو گئے، بھیڑیے کو بالجبر فرار سے روک دیا گیا۔

اگلی صبح نیند کی شدت کے ساتھ ساتھ ذلت کا احساس بھی بھیڑیے کو مارے ڈال رہا تھا۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ اپنے گھر سے نکلا۔ سب گدھے اسے اپنے نرغے میں لیے ہوئے باری باری ایک ایک گھر کی صفائی کرواتے۔ جنگل کے سب جانور یہ تماشا دیکھنے کے لیے جمع تھے۔ تھکن سے چور بھیڑیا ذلت اور رسوائی کی چکی میں پس رہا تھا۔

خدا خدا کر کے سب گھروں کی صفائی ختم ہوئی تو گدھوں نے بھیڑیے کو جنگل چھوڑنے کا حکم دیا۔ یوں بھیڑیا ذلت اور رسوائی کو اپنا مقدر بنا کر جنگل سے رخصت ہو گیا۔

چند دن بعد سب گدھے اکٹھے بیٹھے ہوئے بھیڑیے کے ساتھ اپنے اپنے واقعات کو یاد کر رہے تھے کہ ایک گدھے نے پہلے نعل لگانے والے گدھے سے کہا:

’’آخر تم نے دوسرے گدھوں کی مدد کیوں کی؟ جبکہ تم خود تو مصیبت سے نجات حاصل کر ہی چکے تھے؟‘‘

پہلے گدھے نے جواب دیا: ’’بہترین مخلوق وہی ہوتی ہے جو دوسروں کو بھی ویسے ہی ظلم سے بچائے جس طرح وہ خود کو ظلم سے بچاتی ہے۔ دوسروں پر ہوتے ظلم پر خاموش رہنا اور مظلوموں کی مدد نہ کرنا ظالم کے ساتھ ظلم میں شریک ہونے کی طرح ہے۔ مظلوم کی مدد کرنا اور ظالم کو ظلم سے روکنا ہم سب کا فرض ہے۔‘‘

(عربی ادب سے ماخوذ)

☆☆☆

اشتیاق احمد ریڈرز کلب

-/6000 روپے کی بڑی بچت

اشتیاق احمد کے چاہنے والوں کے لیے زبردست خوش خبری

اب آپ کے پسندیدہ مصنف کے ناول اور کتابیں ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہوا کریں گی۔

کلب کا مقصد بچوں کی تعلیم و تربیت اور تفریح کے لیے لکھی گئی اشتیاق احمد کی تحریروں کو بچوں تک پہنچانا ہے۔ ہر مہینے اشتیاق احمد کے 3 جاسوسی ناول، کہانیوں پر مشتمل 1 کتاب، اور 1 اسلامی کتاب شائع کی جائے گی۔ یعنی یوں ہر ماہ کل تین ناول اور دو کتابوں سمیت اشتیاق احمد کی 5 تصنیفات شائع کی جائیں گی۔

اشتیاق احمد کے جاسوسی ناول: یہ ناول انسپکٹر جمشید، انسپکٹر کامران مرزا، اور شوکی سیریز کے ہوں گے جو تقریباً برسوں پہلے صرف ایک ہی مرتبہ شائع ہوئے تھے اور پھر دوبارہ کبھی شائع نہ ہو سکے۔ وہ نایاب ناول ہیں تو بہت پرانے، لیکن اپنے شاندار موضوعات، اچھوتے اور منفرد آئیڈیاز، اور بہترین کہانیوں کی وجہ سے آج تک تروتازہ ہیں۔ پڑھتے ہوئے آپ محسوس کریں گے جیسے وہ ناول ابھی لکھے گئے ہوں، آپ کو وہ ناول بالکل بھی پرانے نہیں لگیں گے۔

اشتیاق احمد کی کہانیوں کی کتابیں: وہ کہانیاں جو انھوں نے بچوں کے مختلف رسائل میں لکھیں، ہم نے ان رسائل میں بکھرے اس خزانے کو جمع کیا ہے۔ ان کہانیوں کا ایک مجموعہ ہر ماہ شائع کیا جائے گا۔

اشتیاق احمد کی اسلامی کتابیں: مختلف رسائل میں اسلامی موضوعات پر لکھی گئی اشتیاق احمد کی تحریریں، جو ابھی تک کتابی صورت میں شائع نہ ہو سکیں، یا برسوں پہلے شائع ہوئیں اور پھر نایاب ہو گئیں، اُن تحریروں کا ایک مجموعہ ہر مہینے شائع کیا جائے گا۔

اشتیاق احمد ریڈرز کلب ممبر شپ کی شرائط و ضوابط

☆ممبر شپ کی مدت چھ مہینے ہوگی (فروری 2025ء تا جولائی 2025ء)۔ ☆ممبر شپ بالکل فری ہوگی۔ ☆ہر ماہ شائع ہونے والے 3 ناولوں اور دو کتابوں یعنی 5 تصنیفات کی کل قیمت 1750 روپے ہوگی، لیکن کلب کے ممبران کو یہ 5 کتابیں صرف 750 روپے میں ملیں گی، ہوم ڈیلیوری بالکل فری۔ ☆ہر مہینے 5 تصنیفات کے حساب سے 6 مہینوں میں 30 کتب انتہائی رعایتی قیمت پر دی جائیں گی۔ ان 30 میں سے 18 جاسوسی ناول، کہانیوں پر مشتمل 6 کتابیں، اور 6 اسلامی کتابیں شامل ہوں گی۔

ان 30 تصنیفات کی کل قیمت 10,500 روپے بنتی ہے، لیکن اشتیاق احمد ریڈرز کلب کے ممبران صرف 4500 روپے ادا کر کے ہر ماہ باقاعدگی سے 5 کتابیں گھر بیٹھے حاصل کرتے رہیں گے۔ ایک مرتبہ 4500 روپے ادا کرنے کے بعد آپ کو مزید کچھ ادا نہیں کرنا پڑے گا۔ ہر ماہ کی 10 تاریخ تک یہ کتابیں ان شاء اللہ آپ کے گھر پہنچ جایا کریں گی۔ یہ خصوصی رعایتی پیکیج صرف ان ممبران کو دیا جائے گا جو 6 ماہ کی 30 کتابوں کی رعایتی قیمت 4500 روپے ایڈوانس میں ادا کریں گے۔

ممبران کے علاوہ دیگر قارئین کو یہ کتابیں 1750 روپے میں ملیں گی۔ ہوم ڈیلیوری بالکل فری۔

فروری میں شائع ہونے والی کتابیں اور ناول

① آپ کا مجرم (کہانیوں کا مجموعہ)
② سب سے سچے قصے (بچوں کے لیے قصص القرآن)
③ ہاتھی میں بم (انسپکٹر جمشید سیریز)
④ پراسرار وارداتیں (انسپکٹر کامران مرزا)
⑤ کالی کتاب (شوکی سیریز)

نوٹ: یہ آفر صرف پہلے 100 ممبران کے لیے ہے۔ 100 ممبران مکمل ہونے کے بعد ممبر شپ بند کر دی جائے گی۔

ممبر شپ حاصل کرنے اور دیگر تفصیلات کے لیے ابھی بذریعہ میسج، کال اور واٹس ایپ رابطہ کیجیے:
اشتیاق احمد ریڈرز کلب
0349-4892240

دھوپ اور سائے کی چھپن چھپائی

جاوید بسام

جونہی سورج نکلا، اسکول جانے والی سڑک پر چہل پہل ہوگئی۔ سب بچے بچیاں اپنے اپنے بستے لٹکائے اسکول جارہے تھے۔ کچھ اکیلے اور کچھ اپنے والدین کے ساتھ تھے۔ سواریاں بھی گزر رہی تھیں۔ سورج جوں جوں اوپر آتا گیا، سایے گھٹتے اور ختم ہوتے گئے۔

اتفاق سے اُس دن وہاں دھوپ اور ایک سائے کی آپس میں ٹھن گئی۔ وہ ایک گھر کا سایہ تھا۔ جب سورج کی روشنی وہاں پہنچی تو اسے بھاگنا پڑا۔ وہ ایک عمارت کی اوٹ میں ہوگیا۔ کچھ دیر بعد دھوپ بھی وہاں چلی آئی۔ سایہ برآمدے میں جا گھسا۔ تھوڑی دیر بعد دھوپ بھی وہاں پہنچ گئی۔ آخر وہ کمرے میں چلا گیا، لیکن سورج کا سفر جاری تھا۔ جلد ہی کھڑکی سے دھوپ اندر آنے لگی۔ آخر سایہ وہاں سے نکلا اور ایک گاڑی کے نیچے گھس گیا۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی کا مالک وہاں آیا اور گاڑی اسٹارٹ کی۔

اب سایے نے کسی چیز کی تلاش میں نظریں دوڑائیں، مگر اتفاق سے اسے کوئی جگہ نظر نہیں آئی۔ وہ پریشان ہوگیا۔

اِس سے پہلے کہ دھوپ اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتی اسے ایک آدمی چھتری ہاتھ میں لیے آتا نظر آیا۔ سایہ فوراً بھاگ کر اس کی چھتری تلے چھپ گیا۔ کچھ دیر تک وہ آدمی سڑک پر چلتا رہا، پھر اس نے چھتری بند کی اور ایک عمارت میں داخل ہوگیا۔ سایے کے سر سے پھر سایہ چھن چکا تھا۔ وہ گھبرا کر آگے بھاگا۔ سڑک کے کنارے گزشتہ روز کھدائی کی گئی تھی، وہاں نکاسی آب کے پائپ ڈالے جارہے تھے، اونچے مٹی کے ڈھیر پر قطار میں پائپ پڑے تھے۔ سایہ پہلے پائپ میں چلا گیا۔ جلد ہی دھوپ وہاں چلی آئی، لیکن پائپ لمبے تھے۔ سایہ آرام سے اس میں چھپا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ مجھے اچھی جگہ ملی ہے۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ کچھ مزدور وہاں آئے اور ایک ایک کرکے وہ پائپ گڑھے میں اتارنے لگے۔ سایہ ڈر کر پہلے پائپ سے دوسرے میں چلا گیا۔ پھر دوسرے سے تیسرے میں۔ اسی طرح وہ بھاگتا ہوا آخری پائپ تک جا پہنچا۔

جب آخری پائپ زمین میں اتارنے کی تیاری کی جارہی تھی تو وہ ہانپتے ہوئے نئی جگہ کی تلاش میں نظریں دوڑا رہا تھا۔ اسی وقت آخری پائپ بولا: ''میاں چلبلے! کہاں بھاگے جارہے ہو؟ تمھیں اچھی جگہ چھپنے کو ملی ہے۔ اسے کیوں چھوڑ رہے ہو؟''

سایہ بولا۔ ''یہ اچھی جگہ تمھیں ہی مبارک ہو۔ میں ہمیشہ کے لیے زمین میں دفن ہونا نہیں چاہتا، خدا حافظ!''

غرض سایہ اسی طرح اِدھر اُدھر چھپتا رہا، لیکن اسے زیادہ دیر کہیں بھی پناہ نہ ملی۔ وہ کبھی کسی اسکول کے پیچھے چھپا تو کبھی کسی دُکان کے، اس نے کبھی کسی دیوار کی اوٹ لی تو کبھی کسی چوبارے کی، کبھی کسی ٹرک کے ساتھ بھاگا تو کبھی بس کے ساتھ، کبھی کسی چھجے کے نیچے ٹھہرا، تو کبھی کسی کنویں میں اتر گیا، لیکن دھوپ ہر جگہ اس کا پیچھا کرتی رہی۔

ایک جگہ سائے نے غصے سے اسے دیکھا اور چلایا: ''میرا پیچھا چھوڑ دو!''

شرارتی دھوپ ہنسی اور بولی: ''آج یہاں میری حکمرانی ہے، بہتر ہے کہ تم ہار مان لو۔''

لیکن سائے نے اُس کی بات نہیں مانی۔ وہ خود کو بچانے کے لیے جدوجہد کرتا رہا۔ یوں وہ سارا دن ایک دوسرے کے ساتھ چھپن چھپائی کھیلتے رہے۔

اور پھر شام ہوگئی۔

سورج مغرب کی طرف جھکنے لگا تو روشنی کم ہونے لگی۔ سائے نے اچانک خود کو توانا ہوتا محسوس کیا۔ اب انسانوں، درختوں اور عمارتوں کے سائے لمبے ہونے لگے تھے۔ دھوپ دھیرے دھیرے پسپا ہورہی تھی۔ سایہ ہنسا اور بولا:

''لو تمھاری حکمرانی بس اتنی ہی تھی۔ اب میری بادشاہی شروع ہوتی ہے۔''

کمزور پڑتی دھوپ نے نحیف نگاہوں سے اسے دیکھا اور کچھ جواب نہ دیا۔

اور پھر جلد ہی سورج غروب ہوگیا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ سایہ بہت خوش تھا۔ اب وہ مزے سے اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا، کیونکہ اب اسے دھوپ کا کوئی خطرہ نہ تھا، بس اکا دکا بلب تھے جو اندھیرے سے لڑنے کی ناکام کوشش کررہے تھے۔

اگلی صبح جب سورج طلوع ہوا تو پھر دھوپ نکل آئی۔ سایے کو پھر اِدھر اُدھر بھاگنا پڑا۔ دھوپ لحہ بہ لحہ تیز اور توانا ہوتی خوش ہوتی اس کے پیچھے دوڑتی رہی۔

آخر کار سایہ ایک گھنے درخت کے پتوں میں چھپ گیا۔ وہاں ایک الو آنکھیں بند کیے سو رہا تھا، آہٹ سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بولا: ''میاں سایے! کیوں پریشان ہو؟''

سائے نے اپنی پریشانی بتائی۔

الو بولا: ''کچھ ہی دیر میں دھوپ یہاں بھی پہنچ جائے گی۔ پھر تم کیا کرو گے؟''

''مجھے کوئی اور جگہ ڈھونڈنی پڑے گی۔'' سایہ آہ بھر کر بولا۔

الو بولا: ''تم کوئی ایسی جگہ تلاش کیوں نہیں کرتے جہاں دھوپ نہ پہنچ سکے؟''

''مجھے ایسی کوئی جگہ نہیں ملتی۔'' سایہ بولا۔

''الو نے کچھ سوچا پھر بولا: ''تم وہ لال رنگ کا لیٹر باکس دیکھ رہے ہو؟''

اس نے کچھ دور سڑک کے کنارے کی طرف اشارہ کیا۔

اٹلانٹس پبلیکیشنز | محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز کے ناول

ویب سائٹ سے آرڈر کا طریقہ : www.atlantispublications.com.pk سے گھر بیٹھے ناول منگوائیں

اشتیاق احمد کے ناول اور دیگر کتابیں آرڈر کرنے کے لئے ویب سائٹ کے ہوم پیج کے اوپر BOOK SHELF پر کلک کریں اور پھر اپنی پسند کی کیٹگری پر کلک کریں، اپنی مطلوبہ کتاب کے ٹائٹل کے ساتھ ADD TO CART کے بٹن پر کلک کرتے جائیں، آپ اوپر دائیں کونے پر باسکٹ کے نشان پر اپنی منتخب کردہ کتب کی کل قیمت دیکھ سکتے ہیں۔ آرڈر فائنل کرنے کے لئے اس باسکٹ کے نشان پر کلک کر کے ایک مرتبہ رعایتی بل اور ڈیلیوری چارجز دیکھ کر CHECKOUT کے بٹن پر کلک کر دیں۔ اپنا مکمل نام، مکمل پتہ اور رابطہ نمبر کی مکمل تفصیلات درج کر کے NEXT پر کلک کریں۔ ادائیگی کے طریقوں میں سے ایک کا انتخاب کر کے PLACE ORDER پر کلک کر دیں۔ آپ کا آرڈر ہمیں موصول ہو جائے گا۔ کال کنفرمیشن کے بعد آپ کا پارسل تین سے سات روز میں ڈیلیور ہو جائے گا۔ واٹس ایپ میسج 0348-2568546 | فون 0300-2472238, 0331-4853445

آپ اپنے پسندیدہ ناول facebook.com/InspectorJamshed اور facebook.com/atlantispublications سے بھی آرڈر کر سکتے ہیں۔

ناولوں کے پہلے ایڈیشنز کے نئے پرنٹ، اوریجنل سرورق، اشتہارات اور بچوں کے خطوط کے ساتھ

سائے نے سر ہلایا۔

”تم اس میں کیوں نہیں چھپ جاتے؟ میرا خیال ہے کہ دھوپ کا اس میں داخل ہونا مشکل ہے۔ وہاں ہمیشہ اندھیرا رہتا ہے۔“ الو بولا۔

سائے کو الو کی تجویز بہت پسند آئی۔ وہ مختلف چیزوں کا سہارا لیتے ہوئے باکس میں گھس گیا اور اندر جا کر اُس جھری کو بھی بند کر لیا۔ جس سے وہ اندر گیا تھا۔

دھوپ نے اس کے پیچھے جانے کی بہت کوشش کی، مگر اسے کوئی جگہ نہیں ملی۔ تمام سوراخ اور جھریاں مٹی سے بند تھیں۔ سایہ سارا دن وہاں رہا۔ جب رات ہوئی تو سایہ باہر آیا۔ اب وہ بہت خوش تھا۔ اس نے الو کا شکریہ ادا کیا اور یوں دونوں دوست بن گئے۔

اب رات کو وہ مزے سے گھومتے تھے۔ الو نے سایے کو بتاتا کہ کبھی یہ لیٹر باکس بہت استعمال ہوتا تھا۔ لوگ سارا دن یہاں آتے اور اس میں خط ڈالتے تھے۔ مقررہ وقت پر ڈاک خانے کی گاڑی آتی، ایک ملازم اس کا تالا کھولتا اور خطوط نکال کر لے جاتا۔ لوگ شوق سے خط لکھتے اور بے چینی سے جواب کا انتظار کرتے تھے، مگر اب وہ رابطے کے لیے دوسرے ذرائع استعمال کرتے ہیں۔

سایہ اپنے دوست کی باتیں توجہ سے سنتا۔ وہ الو کی عقل مندی سے بہت متاثر تھا۔

آج بھی وہ سایہ وہاں رہتا ہے اور صرف رات باہر کو نکلتا ہے!

تو کیا کبھی آپ کی ”سایے“ سے ملاقات ہوئی ہے؟

کفار کی شکست کا منظر

مجاہد جا پڑے کفار پر گھبرا گئے دشمن
ہوا کا رُخ بدلتے ہی ہزیمت کھا گئے دشمن

بھری تھی خاک آنکھوں میں سجھائی کچھ نہ دیتا تھا
سوا اللہ اکبر کے سنائی کچھ نہ دیتا تھا

دلوں پر ہیبت حق چھا گئی کفار بھاگ اٹھے
پڑی جب دونوں جانب سے خدا کی مار بھاگ اٹھے

سراسیمہ ہراساں بدحواس و منتشر بھاگے
یہ اس سے دس قدم آگے وہ اس سے دس قدم آگے

پسر دم توڑنے والے پدر کو چھوڑ کر بھاگا
پدر زخمی پسر کے خال سے منہ موڑ کر بھاگا

مصیبت بن گئے اس وقت سب فولاد کے بانے
سروں کے خود چہروں کے جھلم ہاتھوں کے دستانے

دبا تھا اپنے اپنے بوجھ سے ہر ایک بے دم تھا
نہ ہوتے اسلحہ پھر بھی گنہ کا بوجھ کیا کم تھا

بہم اک دوسرے کی ٹھوکروں سے گر گئے اکثر
نہ بھاگا جا سکا تو غازیوں میں گھر گئے اکثر

ہوئے اس زلزلے میں راکب و مرکب تہ و بالا
پڑی ہلچل سواروں کو پیادوں نے کچل ڈالا

اچانک بدحواسی میں جویوں اوپر تلے ٹوٹے
کمندیں اس طرح الجھیں کہ اپنے ہی گلے گھوٹے

جکڑنے کے لیے سینے کے اندر گڑ گئیں زرہیں
پکڑنے کے لیے گر ہو نکے اندر پڑ گئیں گرہیں

جھلم خود اور زرہیں پھنکدیں ہتھیار بھی چھوڑے
پڑے ہیں رہ گئے سب سازوساماں اونٹ اور گھوڑے

ہوا جب منتشر جمعیت باطل کا شیرازہ
کیا شیطان نے اللہ کی قدرت کا اندازہ

رسول پاکؐ نے کفار کی جانب نظر ڈالی
جلالت آفریں چہرے سے کملی اور سرکالی

شعاع طور کے انور چمکے روز روشن میں
لگا دی بجلیوں نے آگ سی باطل کے خرمن میں

رسالت پر رسالت کا جلالی رنگ تھا طاری
اٹھائی ایک مٹھی خاک اور کفار پر ماری

باآواز بلند اس وقت یوں ارشاد فرمایا
کہ دست حق نے باطل کا نشاں برباد فرمایا

مٹی دشمن کی شوکت آج پرچم گر گئے ان کے
جلال حق سے پیٹھیں مڑ گئیں منہ پھر گئے ان کے

ابو اثر حفیظ جالندھری

اختر حسین عزمی

میرِ حجاز

ابھی تک جزیرہ عرب میں بسنے والے سارے قبائل قریش کی سیاسی برتری کو غیر متنازع سمجھتے تھے اور خانہ کعبہ کے متولّی ہونے کی حیثیت کے باعث کوئی ڈاکو بھی ان کے تجارتی قافلوں سے چھیڑ چھاڑ کی جرأت نہیں کرتا تھا لیکن بدر کی شکست نے ان کی پیشانی پر جو داغ لگا یا تھا اگر اسے جلد نہ دھویا گیا تو بعید نہیں کہ ان کی یہ مسلّمہ حیثیت متنازع بن جائے اور دوسرے قبائل بھی اس منصب کو حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیں۔

''محمد سے جنگ کے بغیر چارہ نہیں۔ عرب میں یا وہ رہے گا یا ہم۔''

قریش کے اذہان اس کے سوا کسی اور زاویے سے سوچنے کے لیے تیار ہی نہ تھے اور جب جنگ کے لیے وسائل بھی موجود ہوں تو پھر لڑنے پر آمادہ طبیعتوں کو لڑنے سے کون روک سکتا ہے۔ ابوسفیان کا وہ تجارتی قافلہ جو جنگ بدر کے موقع پر بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا، اس کے ایک ہزار اُونٹوں اور پچاس ہزار دینار کے تجارتی نفع کو قریش نے بدر کا انتقام لینے کے لیے وقف کر دیا۔ اگر اہلِ ایمان دین کی سربلندی کے لیے خرچ کر رہے تھے تو اللہ کے دشمن بھی دین کا راستہ روکنے کے لیے کثیر مال خرچ کر رہے تھے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ لِیَصُدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَسَیُنۡفِقُوۡنَہَا ثُمَّ تَکُوۡنُ عَلَیۡہِمۡ حَسۡرَۃً ثُمَّ یُغۡلَبُوۡنَ۔

(الانفال ۸:۳۶)

''جن لوگوں نے کفر کیا، وہ اپنے اموال اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکنے کے لیے خرچ کر رہے ہیں اور ابھی خرچ کرتے رہیں گے مگر آخر کار یہی کوششیں ان کے لیے پچھتاوے کا سبب بنیں گی، پھر وہ مغلوب ہوں گے۔''

مالی ضرورتوں کی فراہمی سے مطمئن ہونے کے بعد اب قریش نے جنگجو لوگوں کی بھرتی کی طرف توجہ مبذول کی۔ اس مرتبہ قریش ہی نہیں بلکہ بنو کنانہ، اہل تہامہ اور قبائل احابیش کو بھی آبائی دین کے تحفظ کی اس جنگ میں شمولیت پر آمادہ و تیار کرنے کی مہم چلائی۔ قریش کے سیاسی سوجھ بوجھ کے حامل سرداروں، چرب زبان خطیبوں اور قادر الکلام شاعروں پر مشتمل ایک وفد ترتیب دیا گیا جس میں عمرو بن عاص، عبداللہ بن الزہری، ہبیرہ بن وہیب، ابوعزہ عمرو بن عبداللہ جمحی شامل تھے۔ اس مقصد کے لیے ترغیب و تحریص کے ہتھکنڈے بھی اختیار کیے گئے۔ یہاں تک کہ ابوعزہ شاعر جو جنگ بدر میں قید ہوا تھا اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ عہد لے کر کہ وہ آپؐ کے خلاف کبھی نہ اٹھے گا، از راہِ احسان بغیر فدیہ کے چھوڑ دیا تھا، صفوان بن امیّہ نے اسے ابھارا کہ وہ اپنی شاعری کے ذریعے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کا کام کرے تو بعد از جنگ وہ اسے مالا مال کر دے گا اور اس کی لڑکیوں کی کفالت کرے گا۔ چنانچہ ابو عزہ نے پیغمبر اسلام سے کیے ہوئے عہد و پیمان کو پس پشت ڈال کر قومی غیرت و حمیت کے جذبات کو شعلہ زن کرنے والے اشعار کے ذریعے قبائل کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ اسی طرح قریش نے اپنے ایک اور شاعر سافح بن عبد مناف جمحی کو اس مہم کے لیے تیار کیا۔ اس کے نتیجے میں سال مکمل ہوتے ہی حلیفوں اور احابیش کو ملا کر مجموعی طور پر تین ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ جس میں سات سو زرہ پوش اور دو سو گھڑ سوار تھے۔ غم و غصے اور انتقامی جذبے سے سرشار یہ لشکر ابوسفیان کی قیادت میں مدینے کی طرف نکل کھڑا ہوا۔

☆☆

''یہ خط لے کر ابھی یثرب روانہ ہو جاؤ اور اسے صرف میرے بھتیجے کے ہاتھ میں دینا اور تمھیں یہ سمجھانے کی ضرورت نہیں کہ تم نے کتنی تیز رفتاری سے وہاں پہنچنا ہے۔''

مکہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنو غفار کے ایک شخص کو ایک مکتوب دیتے ہوئے کہا۔

جونہی قریش کا لشکر یثرب کی جانب روانہ ہوا، انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کی آمد سے باخبر کرنے کے لیے اُجرت پر کام کرنے والے بنو غفار کے ایک تیز رفتار قاصد کو مدینے کی طرف روانہ کیا۔

مکے سے مدینے کی پانچ سو کلومیٹر کی مسافت قاصد نے صرف تین دن میں طے کر لی۔ مدینے سے باہر مسجد قبا میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے جب قاصد آپؐ کے پاس پہنچا۔ حضورؐ نے اُبیؓ بن کعب کو خط پڑھنے کا حکم دیا۔ قریش کے لشکر کی تمام تفصیلات تحریر تھیں۔ انصار و مہاجرین کے قایدین سے مشورہ کے بعد آپؐ نے مدینے کے مختلف داخلی راستوں پر دستے تعینات کر دیے گئے۔ دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لیے اطرافِ مدینہ میں دستے روانہ کر دیے گئے۔ کسی بھی اچانک صورت حال سے نمٹنے کے لیے اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمہ وقت ہتھیار بند رہنے لگے۔ بنو اوس کے سردار سعدؓ بن معاذ اور اُسیدؓ بن حضیر اور بنو خزرج کے سردار سعدؓ بن عبادہ دن رات رسول اکرمؐ کی حفاظت پر تعینات ہو گئے۔

جمعہ ۶ شوال ۳ھ کو قریش نے مدینہ کے نواح میں کوہِ احد کے قریب عینین کے مقام پر پڑاؤ ڈال دیا جو کہ مدینہ کے شمال میں وادئ قناۃ کے کنارے پر واقع ہے۔

☆☆

''میں نے دیکھا کہ کچھ گائیں ذبح کی جا رہی ہیں، میری تلوار میں شکستگی کے باعث دندانے پڑے ہوئے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک محفوظ زرہ میں داخل کیا ہے۔'' اللہ کے رسول جمعے کی صبح کو رات کا خواب بیان کر رہے تھے۔

گائے کی تعبیر یہ بتلائی کہ کچھ صحابہ شہید ہوں گے۔ تلوار کی دھار میں شکستگی کی تعبیر یہ بتلائی کہ آپؐ کے گھر کا کوئی آدمی شہید ہو گا اور محفوظ زرہ سے مراد مدینہ ہے۔

اس کے بعد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے اپنی رائے پیش کی کہ مدینے سے باہر نکلنے کی بجائے شہر کے اندر رہ کر ہی مقابلہ کیا جائے۔ اگر کفار باہر ٹھہرے رہیں گے تو ان کا یہ ٹھہرنا ان کے لیے بہت تکلیف دہ ہو گا اور اگر انھوں نے شہر میں داخل ہونے کی جرأت کی تو ہم بھی گلی کوچوں میں ان سے لڑائی کریں گے۔ ہم ان گلیوں کے پیچ و خم سے زیادہ واقف ہیں۔ ہم ان پر بلند مکانوں سے پتھراؤ کریں گے۔ بزرگ انصار و مہاجرین کی بھی رائے یہی تھی اور عبداللہ بن اُبَی نے بھی اس رائے کی تائید کرتے ہوئے کہا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! شہر میں ہی ٹھہرے رہیے۔ جب بھی شہر سے باہر نکل کر ہم نے دشمن کا مقابلہ کیا ہے، ہمیں نقصان اٹھانا پڑا ہے، اور جب بھی دشمن نے شہر میں داخل ہو کر ہم سے جنگ کی تو انھیں شکست سے دوچار ہونا پڑا۔''

جاری ہے

ضرار قاسم-لاہور

حفاظتِ الٰہی کے کرشمے

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بظاہر ناکامی کے بعد حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ ۱۸۹۹ء) بارادۂ ہجرت حجاز مقدس روانہ ہوگئے، اور باقی ماندہ زندگی مہاجر مکی بن کر بیت اللہ کے پڑوس میں گزاری اور وادی حرم ہی ہی میں ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جوار میں آسودۂ خاک ہوئے۔

قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ ۱۹۰۵ء) کچھ عرصہ گنگوہ اور زیادہ عرصہ رام پور میں اپنے مخلص دوست حکیم ضیاء الدین مرحوم کے ہاں روپوش رہے۔

بالآخر ۱۸۵۹ء میں گرفتار ہوئے اور چھے ماہ کی اسیری کے بعد رہائی ہوگئی۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ ۱۸۸۰ء) صرف تین دن اپنے سسرال ’دیوان والی ڈیوڑھی دیوبند‘ روپوش رہنے کے بعد یہ کہتے ہوئے باہر نکل آئے کہ تین دن سے زائد روپوشی اسوۂ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

انتہائی مطلوب شخص کا کھلے بندوں عام معمول کے مطابق رہنا سہنا آسان نہیں ہوتا، خاص طور پر جب حکومتی ہرکارے تلاش میں سرگرداں اور حمیت فروش ہم وطن مخبر گلی کوچوں میں بکثرت موجود ہوں۔

مگر چشمِ فلک گواہ ہے کہ برطانوی سامراج سرتوڑ کوشش کے باوجود آپ کو چند منٹوں کے لیے بھی پابند سلاسل نہ کرسکا۔

چار سالوں (۱۸۵۷ء تا ۱۸۶۱ء) پر محیط محیر العقول واقعات میں سے صرف ایک واقعہ قارئین کے ذوقِ مطالعہ کی نذر کرتا ہوں۔

پولیس والوں کے بار بار تعاقب کے جھنجھٹوں سے تنگ آکر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے برادرِ نسبتی شیخ نہال احمد مرحوم نے آپ کو مجبور کیا کہ چند دن اُن کے گاؤں چکوالی میں قیام فرمائیں۔ اصرار اتنا شدید تھا کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان کے مشورے پر عمل کرنا ہی پڑا مگر یہاں بھی آپ کا قیام زیادہ دن پوشیدہ نہ رہ سکا۔

مخبر کی اطلاع پر پولیس نے ایک گاؤں کا محاصرہ کرلیا۔ یہ منظر دیکھ کر تو شیخ نہال احمد مرحوم کے چھکے چھوٹ گئے اور آپ سخت ہراساں ہوگئے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی اس قدر ہراسگی کو دیکھ کر قدرے خفگی کے ساتھ فرمایا۔

اس طرف خوفزدہ صورت بنا کر تو آپ مجھے ضرور پکڑوا کر رہیں گے پھر فرمایا:

’’آپ بالکل مطمئن رہیں، میں اپنا بچاؤ خود کرلوں گا۔‘‘

یہ فرما کر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باہر نکل آئے۔ سامنے کپتان کھڑا تھا۔ بغیر کسی اضطراب اور گھبراہٹ کے کپتان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمانے لگے: ’’آیئے آیئے تشریف لایئے۔‘‘

اہلِ خانہ کو چائے تیار کرنے کا کہا۔ چائے تیار ہوکر آگئی۔ چائے نوشی کے دوران ہلکی پھلکی گفتگو کی وجہ سے کپتان حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مانوس ہوچکا تھا۔

اس لیے کپتان نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہی پوچھ لیا کہ آپ مولانا محمد قاسم صاحب کو جانتے ہیں؟

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ جی ہاں! میں ان کو خوب جانتا ہوں......اور مناسب حالات بھی بیان کردیے۔

چائے سے فارغ ہوکر کپتان کہنے لگا: ’’ہم زنانہ مکان کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔‘‘

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ’’ضرور......شوق سے تلاشی لے سکتے ہیں۔‘‘ چنانچہ کپتان زنانہ مکان میں داخل ہوا اور کونا کونا چھان مارا مگر مطلوب دکھائی نہ دیا۔ (دکھائی بھی کیسے دیتا وہ تو صاحب خانہ بن کر قدم بقدم تلاشی دلوا رہے ہیں) اتنی تگ و دو کے بعد ناکامی کپتان کے لیے ہیجان انگیز اور تکلیف دہ تھی۔ بہرحال وہ بصد ندامت معذرت خواہ ہوکر وہاں سے نکلا۔ کپتان کے نکلتے ہی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی وہاں سے نکل پڑے......

کپتان نے اپنے مخبر کی خوب خبر لی کہ تُو ہمیشہ غلط خبر دیتا ہے۔ مخبر نے ڈرتے کانپتے صاحب بہادر سے عرض کیا کہ کہیں مولانا یہی صاحب تو نہ تھے جنہوں نے تلاشی دلوائی؟

مخبر کی توجہ دلانے پر کپتان چونکا۔ جیب سے وارنٹ نکال کر پڑھا تو ششدر رہ گیا، مگر اب تو شکار ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

(ماخوذ: سوانح قاسمی مؤلفہ مولانا مناظر احسن گیلانی، جلد ۲ صفحہ ۱۷۸)

☆☆☆

ناہید گل

فلسطینی بچہ

ہوں اک فلسطینی میں بچہ عزم عالی شان ہے
ڈر موت کا کیوں ہو شہادت جب مرا ایمان ہے

گھبرا گیا بزدل عدو ایمان میرا دیکھ کر
اب سامنے اس کے کھڑا بپھرا ہوا طوفان ہے

دشمن کے قبضے میں نہ رہنے دوں گا بیت اللہ کبھی
مردِ مجاہد کا ہمیشہ سے یہی اعلان ہے

سن لیں سبھی اپنے پرائے کان اپنے کھول کر
بیت المقدس کے لیے حاضر مری یہ جان ہے

پروانہ میری موت کا لاؤ فرشتوں سے کہو!
گلؔ مومنوں کے واسطے دنیا فقط زندان ہے

☆☆☆

پریشان ہونا چھوڑو!

ماہر (سکلڈ) علماء کے پاس ہے آپکی تمام مشکلات کا حل

کیا آپ آن لائن ٹیچنگ کرتے ہیں؟

کیا آپ اکیڈمی لانچ کرنا چاہتے ہیں؟

کیا آپ انتظامی مشکلات کا شکار ہیں؟

کیا آپ ناتجربہ کاری سے پریشان ہیں؟

کیا آپ کے پاس سٹوڈنٹس کی شدید کمی ہے؟

تو ماہر (سکلڈ) علماء کی ٹیم ہر مشکل میں آپ کے شانہ بشانہ کھڑی ہے۔

سکلڈ علماء

تمام مسائل کے یقینی حل کے لئے ابھی صرف ایک کال کیجئے۔

0320-0002047

Web: www.skilledulama.com

اشاعت دین کے ساتھ ساتھ معاشی فکروں سے بھی نجات حاصل کیجئے۔

کیسے بھول سکتا ہوں!

پروفیسر محمد اسلم بیگ

وہ بھی کیا مبارک لمحات تھے!

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۳ نومبر ۲۰۲۲ء بدھ کا دن تھا۔

اللہ رب العزت نے عمرہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ عمرے کی برکات سمیٹی ہی تھیں کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے نمازِ ظہر مسجد الحرام ہی میں حالتِ احرام میں ادا کرنے کی سعادت بخشی۔ نماز سے فارغ ہوا تو باہر جا کر حلق کرانے کے بعد وہیں سے واپسی کا پروگرام بھی تھا۔ کچھ کچھ پیاس بھی محسوس ہو رہی تھی۔ آبِ زم زم کے کولر کچھ فاصلے پر نظر آ رہے تھے۔ پانی پینے کے لیے کولر کے قریب آیا تو دیکھا کہ کولر دو حصوں میں تقسیم ہیں۔

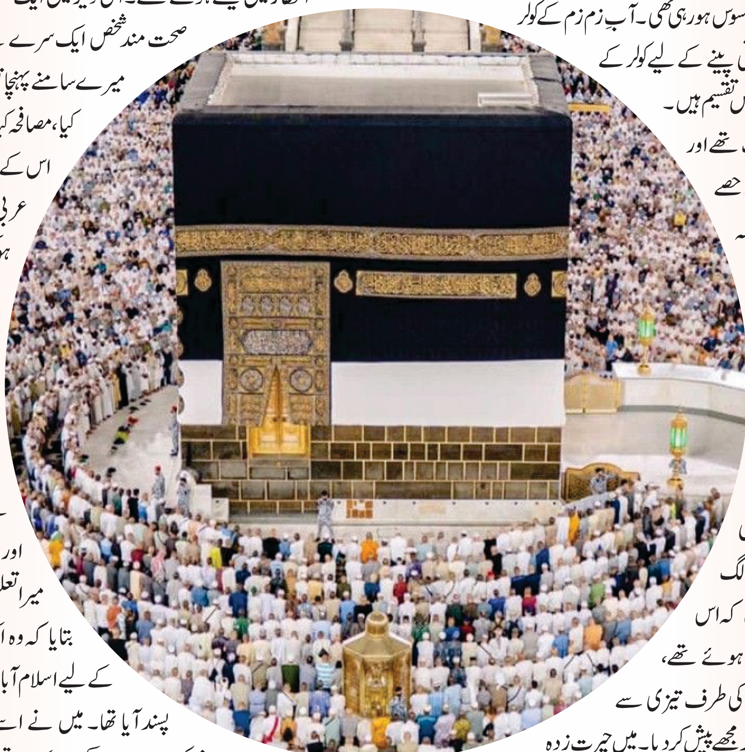

چار خواتین کی صفوں کی جانب تھے اور چار مردوں کی طرف۔ مردوں کے حصے میں طلب گار زیادہ تھے جب کہ خواتین کی طرف کم رش تھا۔

ایک چھوٹی سی خالی بوتل بھی میرے ہاتھ میں تھی تاکہ اُس میں راستے کے لیے بھی آبِ زم زم لے لوں۔ میں انتظار کرنے لگا کہ کب ہجوم میں سے راستہ بنے اور میں آگے جا کر پانی لوں۔ اتنی دیر میں ایک خاتون جو کم عمر ہی لگ رہی تھی اور مکمل پردے میں تھی حتیٰ کہ اس نے دستانے اور موزے بھی پہنے ہوئے تھے، خواتین کی صفوں میں سے کولروں کی طرف تیزی سے آئی۔ پانی کا ایک گلاس بھرا اور لا کر مجھے پیش کر دیا۔ میں حیرت زدہ رہ گیا کہ اس نے کیسے دور سے دیکھ کر میری پریشانی اور ضرورت کا اندازہ لگا لیا۔

میں نے تشکر کے ساتھ گلاس اُس کے ہاتھ سے لے لیا۔ اس کے فوراً بعد اس نے میرے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل لی اور جتنی دیر میں، میں نے پانی ختم کیا وہ ایک اور گلاس اور بوتل پانی سے بھر لائی۔ گلاس دائیں ہاتھ میں دے کر مجھ سے خالی گلاس لے لیا اور بوتل بائیں ہاتھ میں پکڑا دی۔

ڈسپوزیبل گلاس چھوٹا ہوتا ہے لہٰذا عام طور پر زائرین دو گلاس تو ضرور پیتے ہیں۔ دوبارہ گلاس میں پانی لانے کی یہی وجہ تھی۔

میں شکراً اور جزاکِ اللہ خیراً کے سوا اسے کچھ نہ کہہ سکا۔ مجھے نہیں معلوم وہ کس ملک سے تعلق رکھتی تھی، کیا زبان بولتی اور سمجھتی تھی۔ سو فی صد پردے کی وجہ سے یہ بھی اندازہ نہیں ہوا کہ اس کا تعلق یورپ سے ہے، ایشیا سے یا افریقہ سے۔ نہ ہی اس نے اپنا تعارف کرانے یا میرا حدودِ اربعہ پوچھنے کی ضرورت سمجھی۔

اس کا یہ عمل خالص اللہ رب العزت کی رضا کے لیے تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر عطا فرمائے اور دین و دنیا کی خوشیاں نصیب فرمائے، آمین!

یہاں یہ عرض کرنا بھی مناسب ہے کہ گزشتہ پانچ چھے روز سے میں ایک ناخوشگوار واقعے کی وجہ سے بہت رنجیدہ تھا اور میرا دل کچھ زیادہ ہی افسردہ تھا، لیکن ایک تو مسجد الحرام میں حاضری، بیت اللہ کی زیارت اور عمرے کی سعادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غم غلط کر دیا تھا اور پھر اِس واقعے کی وجہ سے دل سکون اور اطمینان کی کیفیات سے لبریز ہو گیا، الحمدللہ!

انہی مبارک ایام کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ اور مسجد نبوی میں حاضری کی توفیق عطا فرمائی۔ نماز با جماعت میں ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ خوش قسمتی سے گنبدِ خضریٰ کے سامنے والے حصے میں پہلی صف کے درمیان میں بیٹھنے کی جگہ مل گئی۔ زیادہ تر لوگ اذان کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنی دیر میں ایک پینتیس چالیس سالہ سرخ و سفید اور صحت مند شخص ایک سرے سے صف میں داخل ہوا اور جب میرے سامنے پہنچا تو رک کر اور پھر جھک کر مجھے سلام کیا، مصافحہ کیا اور پھر میری پیشانی پر بوسہ دیا۔ اس کے بعد سامنے بیٹھ گیا اور مجھ سے پہلے عربی میں اور پھر انگریزی میں مخاطب ہو کر اپنا تعارف کرایا۔

اس کا کسی عرب ملک سے (سعودی عرب سے نہیں) تعلق تھا۔ کسی یونیورسٹی میں پروفیسر تھا اور صرف عربی یا انگریزی میں بات کر سکتا تھا، پھر اس نے مجھ سے نام اور ملک، شہر وغیرہ معلوم کیا اور یہ سن کر بہت خوشی کا اظہار کیا کہ میرا تعلق پاکستان سے ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ ایک مرتبہ ایک سیمینار میں شرکت کے لیے اسلام آباد آ چکا ہے۔ اسلام آباد اسے بہت پسند آیا تھا۔ میں نے اسے دوبارہ اسلام آباد آنے اور اپنا مہمان بننے کی دعوت دی۔ کچھ دیر تک باتیں کر کے اس نے اجازت چاہی۔ عقیدت اور اپنائیت اس کے لہجے اور چہرے کے تاثرات سے ٹپک رہی تھی۔

مجھے جب بھی یہ دونوں واقعات یاد آتے ہیں بلکہ اکثر اکٹھے ہی یاد آتے ہیں تو میرا سر تشکر اور تحمید سے جھک جاتا ہے اور اللہ رب العزت کا ہزار ہا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ان مقدس ترین مقامات پر دو اجنبیوں کے دل میں میرے لیے اِس قدر اکرام و احترام کے جذبات پیدا کیے۔

الحمدللہ رب العالمین!

حرمین شریفین کی یہ شگفتہ شگفتہ یادیں جہاں زندگی کی نعمت سے لطف اندوز ہونے کا سلیقہ سکھا رہی ہیں وہاں سوگوار لمحات کو خوشگوار بنانے کے کام بھی آ رہی ہیں۔

میں اپنے پیارے اللہ جی کی عنایات اور نوازشات کیسے بھول سکتا ہوں!

☆☆☆

بنت اقبال۔فیصل آباد

حرمین شریفین کا سفر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ایک دستک میں حرمین شریفین کا تذکرہ ہوا جن دنوں حافظ صاحب اور پروفیسر صاحب حرمین شریفین کے مبارک سفر پر تھے، انھیں دنوں ۵ ستمبر کو اللہ پاک نے والدین کے ساتھ حرمین شریفین کے مبارک سفر کی سعادت ہمیں بھی عطا فرمائی۔ حافظ صاحب اور پروفیسر صاحب کا بعد میں علم ہوا ورنہ ان دو بزرگوں کی عبادتوں اور دعاؤں کو وسیلہ بنا کر اپنی دعاؤں اور عبادتوں کے قبولِ شرف پانے کی دعا مانگتی۔ سفر کی روداد تو حافظ صاحب اور پروفیسر صاحب ہی لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لیکن وہاں پر مجھ جیسے گناہ گار بھی برابر نوازے جاتے ہیں۔ اس کا کچھ تذکرہ ضرور کروں گی۔

اپنی کم مائیگی اور گناہ گاری کا احساس برابر وہاں پر رہا اور اس احساس کی وجہ سے میں تین دن تک بیت اللہ کے قریب نہ جا سکی۔ طواف کرتی، دعائیں مانگتی اور دور ہی سے بیت اللہ کی زیارت کر لیتی، قریب جانے کا حوصلہ پا ہی نہیں رہی تھی کہ ایک دن اچانک قرآن پاک کی آیت ذہن میں آئی: وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۔ ’’اور جو اس کے اندر آیا اس کو امن ملا۔‘‘

اس آیت نے بیت اللہ شریف کے قریب جانے کا حوصلہ دیا اور اللہ پاک نے بھی گویا وہاں بھی اپنی ستاری کی چادر میں چھپا لیا۔

حطیم میں جاتے وقت بھی وہی کیفیت رہی۔ اللہ پاک آپ کے گھر کے اندر جاؤں یا نہ جاؤں۔ خیر دل میں اللہ پاک سے اجازت لے کر حطیم کی طرف گئی تو حطیم کا دروازہ ایسے کھلا پایا کہ گویا اللہ پاک کی رحمت گناہ گاروں کو ڈھا لینے کے لیے تیار ہو اور اللہ پاک نے یہاں بھی لاج رکھ کر حطیم میں نفل پڑھنے کی سعادت عطا فرمائی۔

تو ہمیں ہے یاد رکھتا اگرچہ ہم غافل ہیں
تیری جانب سے ہمیشہ نعمتوں کی ہے بہار

بالکل اسی طرح کا معاملہ مدینہ پاک میں رہا۔ ریاض الجنہ میں جانے کی تڑپ بھی اور گناہ گاری کا احساس بھی، ریاض الجنہ میں پرمٹ بنا کر داخلے کی اجازت تھی۔ کچھ پہلا سفر اور کچھ موبائل فون سے ناواقفیت کی بنا پر میں وہ پرمٹ بنا نہیں پا رہی تھی۔ دن پر دن گزرتے جا رہے تھے اور دل کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی یہ سوچ کر شاید پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جنت میں آنے کی اجازت ہی نہیں دی۔ سبز گنبد کی طرف دیکھ کر آنسو بے اختیار نکل پڑتے اور گناہ گاری کا احساس شدید ہو جاتا۔ باقی عورتیں جو پرمٹ نہ بنا سکیں ان کا حال بھی مختلف نہ تھا۔

گناہوں سے بھری گٹھڑی اٹھا کر ان کے روضے تک
میرے جیسے مسافر کا پہنچنا کتنا مشکل ہے

اور پھر یوں لگا کہ آقا نے اپنی آغوشِ شفقت میں چھپا لیا ہو۔ آخری دو دنوں میں جب میں نا امیدی کے قریب تھی، اللہ پاک نے ریاض الجنہ میں نفل میں پڑھنے کی سعادت عطا فرمائی اور دوسرے دن دوبارہ عطا فرمائی۔

مگر اک آس رہتی ہے مجھے اذنِ حضوری کی
بنا اس آس کے جینا وگرنہ کتنا مشکل ہے

یہاں پر میں خاص طور پر باجی یاسمین، باجی عظمیٰ، باجی ثوبیہ اپنے اساتذہ اور سہیلیوں کا شکریہ ادا کروں گی جن کی کوششوں اور دعاؤں سے مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی۔

کچھ تلخ حقائق بھی ہیں جن میں سرفہرست موبائل کا فتنہ ہے جو لوگ اس مبارک سفر پر جانے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، ان سے گزارش ہے کہ وہ وہاں پر موبائل صرف ضرورت کے تحت ہی استعمال کریں نہ کہ اپنے ہر لمحے کو کیمرے کی آنکھ میں محفوظ کرنے کے لیے، کیونکہ جس ہستی کے لیے آپ گئے ہوتے ہیں وہ ہر جگہ موجود ہے اور آپ کو دیکھ رہی ہے۔ آپ اپنی سیلفی لیتے ہوئے بے خبری میں مبادا کسی ایسی عورت سے ٹکرا جائیں جو بہت احتیاط سے مردوں کے اختلاط سے بچتے ہوئے طواف کر رہی ہو۔ وہاں پر کسی کو کچھ کہہ بھی نہیں سکتے کہ کسی بات سے سارے نیک اعمال ضائع ہو جائیں۔

دوسرے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خاص کر ریاض الجنہ میں بلند آواز اور شور و غل سے بچیں کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں پر بلند آواز سارے اعمال کو ضائع کر دیتی ہے۔ ان کی سرکار میں التجا کے لیے جنبش لب نہیں، چشم تر چاہیے۔

آخر میں فیصل بھائی آپ کے لیے حافظ بھائی کی طرح عمرہ تو نہیں کیا، لیکن پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امت کی طرف سے طواف ضرور کیے اور بیت اللہ اور ریاض الجنہ کے سامنے بیٹھ کر جن لوگوں کے لیے دعا کی اور ان کے اخلاص کی وہاں گواہی دی، ان میں آپ کا نام سرِ فہرست ہے۔ حافظ صاحب اور پروفیسر صاحب دونوں سے درخواست کرتی ہوں کہ جلد سفر نامہ لکھیں ان کے سفر نامے کا بے چینی سے انتظار ہے کہ ان کے سفر کا ایک لفظ ان کے ساتھ ساتھ میرے سفر کو بھی جلا اور تازگی بخشے گا۔

ج: آپ کی دعاؤں، طواف اور سلام عرض کرنے پر ہمارے پاس شکریے کے الفاظ نہیں ہیں۔ مختصر بس جوابی دعا: جزاکِ اللہ خیراً۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بار بار حرمین شریفین کی زیارت کے لیے بعافیت بلاتے رہیں۔ سدا خوش رہیں، آمین!

☆☆☆

چین کی پہلی مسجد

چین میں ہوائشنگ کی مسجد تیرہ سو سال پرانی ہے۔ ہوائشنگ کی مسجد چین کا دورہ کرنے والے پہلے اسلامی وفد نے ۶۳۰ء میں بنوائی تھی جو اسلام کا عرب میں بھی بالکل ابتدائی دور تھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں بنائی گئی۔ چینی زبان میں ہوائشنگ کا مطلب ہے ’’بابا کی یاد میں۔‘‘ اسی لیے اس مسجد کا نام ہوائشنگ پڑا۔

مسجد ہوائشنگ چین کی پہلی مسجد ہے۔ یہ ۳۵۴۷ مربع گز کے علاقے پر پھیلی ہوئی ہے۔ مسجد کی چھے اہم عمارتوں میں سے ایک روشنی کا مینار ہے جو دریا میں مچھیروں کی راہ نمائی کرتا ہے۔ یہ چین کے صوبے گوانگ ڈونگ (Guangdong) میں واقع ہے اور ہانگ کانگ سے صرف ۱۲۰ رکلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس مسجد کے بے شمار دوسرے نام بھی ہیں مثلاً مسجد گوانگ ژو، مسجد گوانگ تاسی، لائٹ ٹاور مسجد۔

☆☆☆ ماریہ عبدالباری (دھابے جی)

ہمّت کا پہاڑ ۴۸

راوی: سبحان انعام اللہ خان مرحوم — تحریر: رشید احمد منیب

ہمارے کلب کے پاس ایک دکان میں ایک میانوالی کا جوان آیا کرتا تھا۔ بڑے ڈیل ڈول کا جوان تھا۔ قد بھی چھے فٹ سے کچھ زیادہ ہی تھا۔ جسم پر گوشت چڑھا ہوا تھا۔ آنکھوں میں سرخی دکھائی دیتی تھی۔ جسم پر چربی کی تہیں چڑھی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ کبھی کبھی اس کی بڑی بہن بھی آتی تھی۔ وہ ہر وقت اپنے بھائی کی تعریفیں کرتی رہتی تھی۔ اسے شیر جوان بولتی تھی۔ میں دیکھتا تھا کہ وہ اپنے بھائی کے لیے خوب گھی والی چیزیں لے کر جاتی تھی۔

میں نے چند مرتبہ اس عورت کو سمجھایا کہ اپنے لاڈلے بھائی کو کچھ دوڑایا، بھگایا بھی کرو۔ اسے کچھ کام کرنے دیا کرو۔ ہر وقت تو اس کے ناز نخرے اٹھاتی رہتی ہے۔ وہ کہتی تھی کہ یہ میرے ماں باپ کی نشانی ہے۔ ہم سب بہن بھائیوں کا چھوٹا ہے۔ ہم نے بڑے لاڈوں سے اسے پالا ہے۔ دیکھنے ہی میں شیر لگتا ہے۔ میں تو اسے قورمے، بریانی، زردے، حلوے کھلاتی رہتی ہوں۔ ہم نے کبھی اسے مٹکے سے پانی بھی نہیں نکالنے دیا۔

میں نے کہا تم لاڈ پیار میں اس کے ساتھ ظلم کر رہی ہو۔ اسے کسی دن دل کا دورہ پڑ جائے گا۔ وہ عورت مجھے کہتی کہ تم تو پاگل ہو۔ میں تمھاری بات کا اعتبار نہیں کروں گی۔

ایک دن وہ نوجوان بازار میں چلتے چلتے گرا اور مر گیا۔ اس کی بہن رو رو کر پاگل ہوگئی۔ کافی دن بعد وہ بازار میں نظر آئی۔ میں نے دکھ کا اظہار کیا، دعا کی۔ کہنے لگی کہ کسی کی نظر کھا گئی اسے۔ میرا شیر جیسا بھائی کھڑے کھڑے گر کر مر گیا۔

اب میں اسے کیا کہتا۔ کون کسی کو سمجھا سکتا ہے؟

جب میں یہ کہتا ہوں کہ نوجوان کا مضبوط ہونا چاہیے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی ہمت مضبوط ہونی چاہیے۔ انھیں بات کا پکا ہونا چاہیے۔ ان کا کردار صاف ستھرا ہونا چاہیے۔ ایسے ہی جوان کی ضرب کاری ہوتی ہے۔ قوم کو ایسے ہی جوانوں کی ضرورت ہے۔ نوجوانوں کو صحت مند ہونا چاہیے اور صحت کا مطلب یہ ہے کہ اُن کی سوچ صحیح کام کرتی ہو۔ ان کے خیالات پاک ہوں اور ان کی نظریں خواہ مخواہ نہ اٹھتی رہتی ہوں۔ جب نگاہیں اٹھنے لگ جاتی ہیں تو وہ پاک نہیں رہتیں۔

میرے والد صاحب نے میری جوانی کی ابتدا ہی میں یہ بات سمجھا دی تھی کہ تمھاری لڑائیاں برداشت کرلوں گا، پیسے کا نقصان قبول کرلوں گا، جھگڑے سہہ لوں گا لیکن بازاروں میں تمھاری اٹھی ہوئی نظر قبول نہیں کروں گا۔ ایسی کوئی بھی شکایت ناقابلِ معافی ہوگی۔ کسی کی عزت کو دیکھا یا کوئی ایسی ویسی شکایت آئی تو وہ تمھاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔

اسی طرح جان بنانے کا مطلب موٹاپا بھی ہرگز نہیں ہے۔ بڑا جسم اور بہت زیادہ طاقت بھی نہیں ہے۔ جان بنانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ گائے، بیل کی طرح خوب کھایا جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو آپ کھائیں وہ بدن کو لگے۔ وہ ضائع نہ ہوجائے۔ وہ چربی نہ بنتا رہے، وہ شوگر نہ بن جائے۔

☆☆

جو یادیں دل و دماغ کی گہرائیوں میں بس جاتی ہیں وہ تصویریں بن کر نگاہوں کے سامنے آتی رہتی ہیں۔ استاذِ محترم کی معیت میں بیتے لمحات میری یادوں میں کچھ اس طرح نقش ہوچکے ہیں کہ انھیں بھلانا ممکن نہیں۔ میں محترم سلمان آصف صدیقی کا مشکور ہوں کہ انھوں نے مجھے یہ داستان بچوں کے لیے قلم بند کرنے کا حکم دیا۔ بھائی محمد فیصل شہزاد نے حوصلہ افزائی کی اور میرے چھوٹے بہن، بھائیوں نے خطوط کے ذریعے مجھے پیغام دیا کہ وہ اس ڈیجٹل دور میں بھی اچھے الفاظ کے ساتھ پیار کرتے ہیں۔

جاری ہے

مسکراہٹ کے پھول

انتخاب: بنت فہیم اختر۔ میلسی

☆......کار سے چوزہ ٹکرایا اور بے ہوش ہوگیا۔ ایک آدمی نے اٹھایا، چوزے کو گھر لے آیا، اور اسے پنجرے میں بند کر دیا۔ جب چوزے کو ہوش آیا تو وہ بولا: ''ہائے اللہ! جیل ہوگئی۔ مجھے لگتا ہے، کار والا مر گیا۔''

☆......ایک دکان پر لکھا تھا:

دودھ فی لیٹر: ۸۰، خالص دودھ فی لیٹر: ۱۰۰، واقعی خالص دودھ فی لیٹر: ۱۲۰، اللہ کی قسم واقعی خالص دودھ فی لیٹر: ۱۴۰

☆......ایک دولت مند مگر کنجوس عورت بازار سے گزر رہی تھی کہ راستے میں اس کی ملاقات اپنے فیملی لیڈی ڈاکٹر سے ہوگئی۔ موصوفہ کو نزلہ زکام کی شکایت تھی۔ اس نے سوچا، کیوں نہ موقع سے فائدہ اٹھایا جائے اور فیس کے بغیر ڈاکٹر سے دوا لے لی جائے۔ اس نے سلام دعا کے بعد ڈاکٹرنی سے پوچھا:

''معاف کیجیے! ڈاکٹر صاحبہ! جب آپ کو نزلہ زکام کی شکایت ہو تو آپ اُس وقت کیا کرتی ہیں؟''

ڈاکٹرنی، جو موصوفہ کی کنجوسی سے بخوبی واقف تھیں، کہنے لگیں: ''سیدھی سی بات ہے، میں فوراً چھینکتی ہوں۔''

☆......شوہر کو دفتر جانے کی جلدی تھی۔ اس نے جلدی جلدی کپڑے بدلتے ہوئے کہا: ''دھوبی کے بچے نے دھلائی میں اس کُرتے کو اتنا سکیڑ دیا ہے کہ میرے لیے سانس لینا دشوار ہوگیا ہے۔''

''ہائے ہائے۔'' بیوی نے کہا: ''اس میں دھوبی کا کیا قصور ہے؟ آپ ہی نے اپنا سر کھینچ تان کر آستین سے باہر نکالا ہوا ہے۔''

☆...... دو مکینک گاڑیوں کے بارے میں تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ ایک بولا: ''تمھیں گاڑیوں کی سیٹوں پر چمڑے کے کور اچھے لگتے ہیں یا کپڑے کے؟''

دوسرے نے جواب دیا: ''کپڑے کے، کیوں کہ چمڑے کے کور سے ہاتھ اچھی طرح صاف نہیں ہوتے۔''

☆......ایک آدمی نقلی نوٹ چھاپتا تھا۔ ایک دن اس نے غلطی سے پندرہ روپے کا نوٹ چھاپ ڈالا۔ اس نے سوچا گاؤں میں چل جائے گا۔ وہاں عقل مندوں کی کمی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ وہاں ایک دکان پر پہنچا۔ اس نے دیہاتی دکاندار کو نوٹ دے کر ایک روپے کی ٹافیاں دینے کو کہا اور باقی چودہ روپے واپس مانگے۔ دکاندار نے نوٹ دیکھا، ٹافیاں دیں، اور اپنی جیب سے سات سات روپے کے دو نوٹ اس آدمی کی طرف بڑھا دیے۔

☆☆☆

پاک ایڈ ویلفیئر ٹرسٹ کی

امدادی اپیل

برائے متاثرین

لوئر کرم ایجنسی

بگن وملحقہ علاقے

نقصانات

مکانات	زخمی	شہید
700	50	45
مدارس	**مساجد**	**دکانیں**
5	10	650

املاک مکمل طور پر تباہ اس سنگین صورتحال میں متاثرین کو فوری امداد کی سخت ضرورت ہے۔

پاک ایڈ ویلفیئر ٹرسٹ نے فوری طور پر امدادی سرگرمیاں شروع کر دی ہیں اور اس وقت متاثرین کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے عوامی تعاون کی ضرورت ہے۔

ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس انسانی بحران میں ہماری مدد کریں تاکہ ہم متاثرین کی فوری ضروریات پوری کرسکیں۔

PAK AID WELFARE TRUST
TOGETHER WE CAN MAKE A DIFFERENCE

فوری امدادی ضروریات

گرم ملبوسات
بڑوں کے لیے 3000
بچوں کے لیے 2000
جیکٹ،جرسی،گرم چادر 2500 روپے

تین روزہ میڈیکل کیمپ
2 لاکھ سے 2 لاکھ 50 ہزار روپے

راشن پیکج
ایک خاندان کے لیے 10 دن کا راشن 8000 روپے

مکلمل بستر و لحاف
5000 روپے

مساجد ،مدارس اور گھروں کی مرمت
5 لاکھ تا 7 لاکھ روپے

ریڑھی اور سامان
75 ہزار روپے

کیش امداد (فوری مالی امداد)
فی خاندان 5000 روپے

کیبن نما دکانیں (کاروبار کی دوبارہ بحالی کے لیے)
3 لاکھ روپے

اپنا حصہ ڈالیں اور کسی بے بس کی زندگی کو آسان بنائیں !

Bank : **FAYSAL BANK**
Account Title : **Pak Aid Welfare Trust**
A/C Number : **3048301900220720**
Swift Code : **FAYSPKKA**
IBAN Number : **PK28FAYS3048301900220720**

www.pakaid.org.pk | info@pakaid.org.pk | +92300-050 9840 | follow us on | pak aid welfare trust